میاں طفیل محمد کا نیا اشتقلہ

قمر الحسنین

سید مودودی کی فکر پر جنگ فورم میں گفتگو ہوئی جسمیں متصادم فکر کے مالک لوگوں کو دعوتِ سخن دی گئی۔ میاں طفیل محمد صاحب جو بھٹو دور کے ''زخموں'' سے فرتوت ہو چکے ہیں بھی مدعو تھے۔ انہوں نے دورانِ گفتگو کہا کہ:

''میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا معتقد تھا ایک روز میں نے کہا کہ آپکی تقریریں سن کر جی چاہتا ہے کہ سب کچھ کر گزریں لیکن ایک سید مودودی لاہور میں رہتا ہے۔ اسکی تحریریں پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سب غلط کر رہے ہیں تو مجھے سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ ایمانداری کی بات ہے اگر دین کی خدمت مقصود ہے تو سید مودودی صحیح کہتا ہے۔ باقی تو سب پیٹ کا دھندہ ہے۔'' (روزنامہ جنگ لاہور ۲۳ ستمبر)

قطع نظر اس سے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے یہ کہا ہے کہ نہیں اس سلسلہ میں چند باتیں غور طلب ہیں۔ اولاً یہ کہ وہ بات جس کا حوالہ فردِ واحد ہو قابلِ اعتنا نہیں ہوتی ثانیاً یہ کہ جو فرد اور جماعت مسلمانوں میں خود متنازعہ ہو اسکی روایت ان لوگوں کے بارے میں ہرگز معتبر نہیں ہے جو مخالف کیمپ کا ہو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کسی دور میں بھی جماعتِ اسلامی کے متفق، معاون، رکن نہیں رہے بلکہ انہوں نے سید مودودی کے قلم سے نکلنے والے دینی مسائل کو نہ صرف رد کیا بلکہ انہیں پبلک پلیٹ فارم پر مردود قرار دیا اور انکی سیاسی روش کو روزِ اول سے ہی غلط کہا کیونکہ سید مودودی قوم میں عملی جدوجہد کی روح پیدا کرنے کی بجائے اور قومی و دینی جدوجہد میں عملی شرکت کے علی الرغم ڈرائینگ روم کی سیاست پر یقین رکھتے تھے اور ہندوستان بھر کی دینی شخصیتوں، جماعتوں اور تحریکوں کی تغلیط کرتے تھے ثالثاً میاں صاحب نے اس گفتگو کا نہ تو محل بتایا نہ موقع نہ تاریخ نہ ماہ و سال اور نہ مقامِ گفتگو نہ ہی یہ بتایا کہ میاں صاحب اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یہ گفتگو خلوت میں ہوئی یا مجلس میں؟ خلوت کی بات ہے تو اس کے اظہار کی کوئی حقیقت نہیں ہاں در مدحِ خود می سرایند والی بات ہے اور اگر یہ کسی مجلس کی بات ہے تو مجلس ہی میں موجود کسی

شخص اور معروف شخص کا نام بتائیں کیونکہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مجلس زندہ ہوتی تھی، کلرکوں اور منشیوں کی مجلس بے رونق نہیں ہوتی تھی ایسی کوئی مجلس نہیں ہے جس میں علاقہ کی معروف شخصیتیں موجود نہ ہوں۔

رالعا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقسیم ملک سے قبل سید مودودی کی کوئی کتاب دیکھنا پسند ہی نہیں کی۔ خاکسار میاں صاحب کا سیاسی پس منظر فاروق احمد نے لکھا جو ۸ فروری ۱۹۸۷ء کے مشرق سپیشل ایڈیشن میں شائع ہوا کہ میاں صاحب ۱۹۳۸ء میں جونیئر وکیل کی حیثیت سے زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہوئے۔ جب ۱۹۴۰ء میں منٹو پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور کی گئی تو میاں صاحب اس میں شریک تھے۔

ایک بات کی تردید تو اسی سے ہو گئی کہ میاں صاحب احرار کے پروگرام سے نہ صرف یہ کہ متفق نہیں تھے بلکہ وہ مسلم لیگ سے متاثر تھے۔ مسلم لیگ اور احرار کی فکری پوزیشن ۱۹۴۰ء میں عروج پر تھی۔ کیونکہ مسلم لیگ نے مرزائیوں کو نہ صرف مسلمانوں کا سیاسی نمائندہ بنا دیا تھا۔ بلکہ ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کی صدارت تک دے دی تھی (علاقائی اور مسلم لیگ پر انگریز کے وفاداروں اور ٹوڈیوں کا غلبہ ہو چکا تھا۔ یوں میاں صاحب تو احرار دشمنوں کے نرغے میں تھے

سادہ سا یہ کہ مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۲ء میں ریاستی جبر کے خلاف کپورتھلہ میں (جو میاں صاحب کا جنم بھومی ہے) میں کام کا آغاز کیا۔ علاقہ کے مشہور اور بہادر احرار بزرگ چوہدری عبدالعزیز بیگووال نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں معاشی ظلم اور مسلم کشی اور بے حرمتی کو آڑے ہاتھوں لیا تو ہندو حاکم نے انہیں پانچ برس کیلئے جیل بھیج دیا۔ میاں صاحب اس وقت کہاں تھے۔ کیا انہوں نے اس تحریک میں کسی قسم کی شرکت کی؟ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ماسٹر تاج الدین نے ریاست کپورتھلہ کو اپنی عوامی تحریک کا مرکز بنایا کیا میاں صاحب نے کبھی اس کا قرب اور اس قرب کی حرارت اپنے اندر محسوس کی یقیناً ایسا نہیں ہے ورنہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ میاں صاحب، شاہ صاحب کے جذبۂ حریت سے متاثر ہوتے یا عقیدت میں پناہ لیتے تو کسی اور جانب جھانکنے اور جھکنے کی ضرورت محسوس کرتے میاں صاحب کا یہ کہنا کہ وہ حضرت امیر شریعت کے معتقد تھے برائے وزنِ بیت ہے حقیقت نہیں۔

فاروق احمد صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب نے قراردادِ پاکستان کے واقعہ کے دوران ہی سید مودودی کا ترجمان القرآن پڑھنا شروع کیا اور اُن کی تحریر سیاسی کشمکش حصہ سوم کو سب سے پہلے پڑھا جسے پڑھ کر میاں صاحب سید صاحب کے ہو کر رہ گئے۔ پھر ۱۹۴۲ء میں وہ جماعتِ اسلامی کے دارالاسلام میں پہنچے۔ پھر وہیں سے ایک آپ بھی تھے جو پھر ترجمان القرآن لاہور میں آ کر ۴۰ روپے ماہانہ کے ملازم ہو گئے!

پھر ۴۴ء میں جماعت اسلامی کے دارالاسلام پٹھانکوٹ میں سیکرٹری جنرل کے طور پر نمایاں ہوئے اور ۱۰۰ روپے ماہانہ کی تنخواہ قبول فرماتے رہے۔

میاں صاحب نے چونکہ حضرت امیر شریعت سے اپنی ملاقات کا سن نہیں بتایا اس لئے ہمارے لئے اُن کا یقین بہت مشکل ہے لیکن فاروق احمد نے میاں صاحب کا سیاسی چہرہ جس خوبصورتی سے لکھا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ۴۲ء سے ۴۵ء کے درمیان کی بات ہے یعنی اس دور کی جب میاں صاحب ملازم ہو چکے تھے۔ اگر ہم میاں صاحب کی شخصی روایت کو مان بھی لیں تو بات مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ میاں صاحب جو مسلم لیگی تھے میاں صاحب جو مودودی کے ہو چکے تھے۔ میاں صاحب جو ترجمان القرآن کے ملازم تھے میاں صاحب جو راحت و آرام سے دین کا کام کرنا چاہتے تھے وہ اگر حضرت امیر شریعت سے ملے بھی ہوں تو اُن کا لب و لہجہ ظاہر ہے معتقدین کا نہیں ہوگا بلکہ اُن کا لہجہ انتہائی سرد ہوگا جو اُن کے مزاج کے بالکل مخالف بات تھی اور شاہ جی نے محسوس کر لیا ہوگا کہ یہ نوجوان اپنی سمت تو متعین کر چکا ہے لیکن انہیں محض پریشان کرنے کیلئے سر کھا رہا ہے اور اپنی چرب زبانی سے مودودی صاحب کی فوقیت و اہمیت جتا رہا ہے اور اُن کے طرزِ عمل کو سراہتے ہوئے ہماری جدوجہد کو غلط سمجھ رہا ہے تو انہوں نے طنزاً اس بات سے ملتی جلتی کوئی بات کہہ دی ہو تو کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن میاں صاحب کے کیا کہنے کہ انہوں نے اس "مدسوس" روایت کو اپنی اور مودودی کی حقانیت کی دلیل بنا لیا۔ میاں صاحب کو شاید یاد نہیں رہا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک میں مودودی صاحب کے عدم شرکت کے "انکشاف" پر پاکستان بھر میں اپنے خطابات میں کہا کہ:

"میں نے زندگی بھر سید مودودی جیسا جھوٹا شخص نہیں دیکھا سید ابوالاعلیٰ مودودی میرے گھٹنے سے گھٹنا لگائے راست اقدام کی میٹنگ میں موجود تھے اور اب کہہ رہے ہیں کہ میرا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں ہے)

یہ بات اخبارات کے ریکارڈ میں موجود ہے ۱۹۵۴ء میں فیصل آباد دھوبی گھاٹ کی تقریر مطبوعہ ہے پڑھ لیجئے جس کا جواب سید مودودی سے نہ بن پڑا تھا۔

"پھر "متعہ" کے مسئلہ پر مودودی صاحب نے جو دادِ فقاہت و تحقیق دی ہے اُس پر حضرت امیر شریعت کا منظوم تبصرہ شاید میاں طفیل نے پڑھا نہیں، شاید بھول گئے ہیں اور یا پھر شاید "کوڈوٹ" کر گئے ہیں۔ ہم انہیں سنائے دیتے ہیں اور اب اگر بھولے نا تو......

ابوالاعلیٰ مردِ خدا آگیا — جوانوں کا مشکل کشا آگیا
نہیں ہوتی شادی تو کچھ غم نہیں — کہ متعہ کا فرماں روا آگیا

(بقیہ ص ۲۹ پر)